بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فسادِ اُمّت

مرتّبہ

مسعود احمد صاحب

امام جماعت المسلمین




شائع کردہ

ادارہ مطبوعاتِ اسلامیہ

۲/۱۶۲ - حسین آباد ۲ - فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸

فون ۶۳۲۴۱۰۴ — ۶۳۲۳۳۶۴

قیمت ۴/- روپے

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

## ابھی تک ادارہ مطبوعاتِ اسلامیہ کی مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱۔ امام ابوحنیفہؒ پر بہتانِ عظیم ۸/-
۲۔ مسلک پرستی کی بنیادیں ۴/-
۳۔ اسلام میں فرقے نہیں۔ ۴/-
۴۔ اسلام کی مسخ شدہ شکلیں۔ ۸/-
۵۔ حدیث بھی کتاب اللہ ہے ۸/-
۶۔ تقلید شرک ہے۔ ۴/-
۷۔ وسیلہ (قرآن مجید کی روشنی میں) ۴/-
۸۔ صحیح حدیث کو پرکھنے کے جدید معیار ۸/-
۹۔ رویتِ ہلال (قرآن مجید اور صحیح احادیث سے) ۸/-
۱۰۔ مناظرہ (قرآن مجید کی روشنی میں) ۴/-
۱۱۔ فرقہ وارانہ ناموں کا ثبوت نہیں۔ ۸/-
۱۲۔ مُہرِ جباریت (قرآن مجید کی روشنی میں) ۴/-
۱۳۔ ایمان اور ہدایت کا معیار ۴/-
۱۴۔ بدعتِ حسنہ کی شرعی حیثیت۔ ۴/-
۱۵۔ اولیاء اللہ (قرآن مجید اور صحیح احادیث سے) ۴/-
۱۶۔ احکامِ رمضان۔ ۱۰/-
۱۷۔ سکتے اور قرأت خلف الامام ۴/-
۱۸۔ رفع یدین فرض ہے۔ ۱۰/-
۱۹۔ فتوے اسلام نہیں۔ ۴/-
۲۰۔ تاریخ کا کفر۔ ۸/-
۲۱۔ اسلام کا نظریۂ شفاعت ۴/-
۲۲۔ مولانا۔ ۱/-
۲۳۔ ختمِ نبوت سے انکار کفر ہے۔ ۱/-
۲۴۔ دعوتِ اسلام۔ ۱۰/-
۲۵۔ حق کیسے غالب ہوتا ہے ۴/-
۲۶۔ ایک سلام سے تین وتر جائز نہیں ۴/-
۲۷۔ فسادِ امت۔ ۴/-
۲۸۔ مسنون نماز۔ ۱۵/-
۲۹۔ مسنون دعائیں ۱۲/-
۳۰۔ ترکِ نماز کفر ہے۔ ۱/-
۳۱۔ تکبیر کا تکبر۔ ۴/-
۳۲۔ مسلک اہلحدیث کی حقیقت۔ ۱۲/-
۳۳۔ دعوتِ حق ۴/-
۳۴۔ دعوتِ توحید۔ ۴/-
۳۵۔ فتنے اور ان کا سدِ باب ۸/-
۳۶۔ کیا وسیلہ جائز ہے؟ ۴/-
۳۷۔ فتنے کیوں اٹھتے ہیں؟ ۲/-
۳۸۔ ضبطِ تولید اور قانونِ فطرت ۳/-
۳۹۔ دیوبند کے اکابر علماء کی ذہن سازیاں ۸/-
۴۰۔ امام کے دو سکتے۔ ۸/-
۴۱۔ الجماعۃ ۱۲/-
۴۲۔ اصولِ حدیث۔ ۸/-
۴۳۔ تعارف تفسیر قرآنِ عزیز ۱/-
۴۴۔ بوقت شادی حضرت عائشہؓ کی عمر؟ ۴/-
۴۵۔ کلمہ کا حق۔ ۱/۵۰
۴۶۔ ہلالِ عید کا پیغام ۴/-
۴۷۔ آسان عربی قواعد ۲۵/-
۴۸۔ اسلام کا معاشی نظام ۳۰/-
۴۹۔ تفسیر سورۂ فاتحہ ۸/-
۵۰۔ واقعۂ جمل اور افسانۂ جمل ۸/-
۵۱۔ واقعۂ صفین اور افسانۂ صفین ۸/-
۵۲۔ وراثت اور وصیت۔ ۳/-
۵۳۔ جماعت المسلمین (تعارف، دعوت، عقائد) ۴/-
۵۴۔ صلوٰۃ وسلام۔ ۴/-
۵۵۔ فضائلِ سلام۔ ۳/-
۵۶۔ شریعت سازی کس کا حق ۳/-
۵۷۔ نزولِ عیسیٰؑ ۴/-
۵۸۔ تبلیغی جماعت اپنے نصاب کے آئینہ میں۔ ۴/-
۵۹۔ حقیقتِ تصوف۔ ۴/-
۶۰۔ فریضۂ اطاعتِ امیر۔ ۴/-

شائع کردہ ادارہ مطبوعاتِ اسلامیہ
۱۶۲/۲ حسین آباد ۔ فیڈرل بی ایریا ، کراچی ۳۸
فون ۶۳۲۱۴۰۴ — ۶۳۲۳۳۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# فسادِ امّت

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ۔

(آج سے تقریباً ۱۴۰۰ سو سال پہلے) لوگوں کی بداعمالی کی وجہ سے بحر و بر میں فساد پھیل چکا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس فساد کو نیست و نابود کرنے کے لئے اپنے آخری رسول احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی توفیق اور نصرت سے شرک کی جگہ توحید، کفر کی جگہ ایمان، شر کی جگہ خیر، بدامنی کی جگہ امن و امان، فرقہ وارانہ مذاہب کی جگہ اسلام اور فرقوں کی جگہ ایک امت مسلمہ: جماعت المسلمین کو برپا کیا۔

فیضانِ نبوت سے صدیوں تک اسلام کی چمک دمک باقی رہی۔ چمنستانِ اسلام میں سالہا سال تک بہار رہی اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند رہا لیکن پھر آخر وہ وقت بھی آیا کہ بہار خزاں میں تبدیل ہو گئی اور امت مختلف فرقوں میں تقسیم ہو گئی۔ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ کے بمصداق ہر فرقہ اپنے خود ساختہ مذہب پر مگن ہی نہیں بلکہ نازاں ہو گیا۔ عمل مفقود ہو گیا اور اگر کہیں عمل رہا بھی تو علماء کے فتووں اور قیاسوں پر۔ وہ دین جو قرآن اور حدیث کے اندر مکمل و محفوظ تھا اس کا بس نام ہی باقی رہ گیا۔ دین کو کامل مانتے ہوئے بھی اس میں ہزارہا اضافے ہو گئے۔ قرآن مجید اور حدیث نبوی کو برکت کے لئے استعمال کیا جانے لگا لیکن عمل کے لحاظ سے انہیں پس پشت ڈال دیا گیا۔ دعویٰ سب کا یہی تھا کہ ہم قرآن و حدیث پر عمل کرتے ہیں اور انہی کی طرف دعوت دیتے ہیں لیکن حقیقتاً انہیں قرآن و حدیث سے دور کا بھی واسطہ نہیں رہا۔

اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ ماضی میں اس فساد کو نیست و نابود کرنے کے لئے کون کونسی اصلاحی تحریکیں اٹھیں اور کن کن ادوار و زمن میں از سر نو جماعت المسلمین کا کا احیاء ہوا۔ زمانے گذرتے رہے بالآخر وہ وقت بھی آیا کہ ہمارے زمانہ میں اسلام کے چند خیر خواہ حضرات نے ۱۳۹۵ھ میں پھر جماعت المسلمین کا احیاء کیا۔

جماعت المسلمین کے احیاء کے وقت یعنی ۱۳۹۵ھ میں امت کی جو

حالت بھی ہم اس کا مختصر خاکہ ذیل میں درج کر رہے ہیں :-

(۱) **تقلید اور فرقہ واریت** فرقوں کا دور دورہ تھا، قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کرنے کو اکثر حلقوں میں الحاد اور بے دینی تصور کیا جاتا تھا۔ ائمہ اور علماء کی تقلید عام تھی حتیٰ کہ وہ جماعت جو اپنے خود ساختہ نام پر نازاں اور قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کرنے کی مدعی تھی تقلید میں گرفتار ہو چکی تھی۔ اس جماعت کے افراد بھی کسی ایسی سچی بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں تھے جو انہوں نے پہلے سے نہ سُن رکھی ہو، نہ کسی ایسی چیز کو چھوڑنے کے لئے تیار تھے جو بعض علماء کے غلط فتوؤں کی وجہ سے رواج پا گئی ہو اور جس کی پشت پر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل موجود نہ ہو یعنی غیر معروف سنتوں سے نفرت اور بدعات پر اڑے رہنا ان کا شیوہ بن گیا تھا۔ ان کی زبان پر بھی وہی الفاظ آنے لگے تھے جو مقلدین کا طرۂ امتیاز تھے۔ وہ بھی بعض کاموں کی دلیل میں یہ کہنے لگے تھے کہ بڑے بڑے علماء ایسا کرتے آئے ہیں۔

(۲) **تسامُح** کسی اچھے کام کے ترک اور بُرے عمل کے ارتکاب کو کوئی وقعت نہیں دیتے تھے۔ جب کسی عمل کے لئے کہا جاتا تھا تو جواب ملتا تھا کہ آپ لوگ معمولی معمولی باتوں کے پیچھے پڑتے ہیں۔ کیا اسلام انہی باتوں میں رہ گیا ہے۔ اگر اس کام کو نہیں کیا گیا تو کیا اسلام خطرے میں پڑ جائے گا؟ اگر اتفاق سے وہ کام اختلافی ہوا تو جواب ملتا تھا کہ آپ لوگ فروعات میں الجھتے ہیں۔ اصل اسلام خطرے میں ہے اس کی طرف تو توجہ نہیں کرتے۔ فروعات میں الجھ کر پورے اسلام کو خطرے میں ڈال رہے ہیں۔ سب کچھ ٹھیک ہے مسلمانوں کو کام کرنے دو خواہ وہ اس کام کو کسی طرح بھی کریں۔ لوگ نماز ہی نہیں پڑھتے آپ نماز کے طریقہ میں الجھ رہے ہیں۔ آپ کے اس رویہ کو لوگ تشدد پر محمول کرتے ہیں اور اسلام سے متنفر ہوتے ہیں۔ آپ بجائے اس کے کہ لوگوں کو اپنے قریب لائیں اپنے سے دُور کر رہے ہیں۔

اگر کسی برے کام سے روکا گیا تو جواب ملا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ ہر کام کے سلسلہ میں یہی جواب ملتا رہا کہ اس میں کیا حرج ہے۔ "اس میں کیا حرج ہے" کے مقولے سے برائیوں کا انبار لگتا چلا جا رہا تھا حتیٰ کہ شرک اور بدعت کے جراثیم دل و دماغ میں پیوست ہوتے چلے جا رہے تھے اور وہ یہی کہے جا رہے تھے کہ اس میں کیا حرج ہے۔

اس متساہلانہ رویہ کے مقابلہ میں آپ ذرا دورِ صحابہ کا مطالعہ کریں تو آپ کو زمین و

آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ مثلاً

(۱) حضرت انس رضؓ تابعین سے فرماتے ہیں :۔

اِنَّكُمْ لَتَعْمَلُوْنَ اَعْمَالًا هِيَ اَدَقُّ فِيْ اَعْيُنِكُمْ مِنَ الشَّعْرِ اِنْ كُنَّا نَعُدُّهَا عَلٰى عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُوْبِقَاتِ (صحیح بخاری کتاب الرقاق باب ما یتقی من محقرات الذنوب $\frac{۸}{۱۲۸}$)

تم ایسے ایسے عمل کرگذرتے ہو جو تمہاری نگاہ میں تو بال سے زیادہ باریک ہوتے ہیں لیکن ہم تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان کو ہلاک کر دینے والے گناہ سمجھتے تھے۔

(۲) حضرت نافعؒ کہتے ہیں :۔

اِنَّ ابْنَ عُمَرَ رَاٰى رَجُلًا يُّصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فِيْ مَقَامِهٖ فَدَفَعَهٗ وَقَالَ اَتُصَلِّي الْجُمُعَةَ اَرْبَعًا (ابوداؤد کتاب الصلوٰۃ باب الصلوٰۃ بعد الجمعۃ $\frac{۱}{۱۶۷}$ وسندہ صحیح عون المعبود)

حضرت ابن عمر رضؓ نے ایک شخص کو جمعہ کے دن اس کے (فرض کے) مقام پر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تو اُسے دھکا دیا اور فرمایا کیا تو جمعہ کی چار رکعت پڑھتا ہے؟

فرض کی جگہ سنّت پڑھنا منع ہے جب تک فصل بالکلام نہ ہو یعنی جب تک درمیان میں بات نہ کرے، اگر فصل بالکلام نہ ہو تو اس جگہ سے ہٹ کر نماز پڑھنا چاہیئے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ اس کو کتنا اہم سمجھتے تھے اور فی زمانہ اس کو کتنا غیر اہم سمجھا جاتا ہے۔

الغرض صحابہ کرامؓ چھوٹی اور بڑی تمام باتوں کو اہمیت دیا کرتے تھے اور ان کی خلاف ورزی پر سختی سے تنقید کرتے تھے۔ نہ کوئی خلاف سنّت بات برداشت کرتے اور نہ کسی بدعت کو نظر انداز کرتے تھے۔

دورِ صحابہ اور موجودہ دور کے معاشرہ کا جو موازنہ اوپر پیش کیا گیا ہے اس سے قارئین کرام نے اندازہ لگا لیا ہوگا کہ کیا تھا اور کیا ہوگیا۔ صحابہ کرام کے مزاج اور موجودہ دور کے لوگوں کے مزاج میں کتنا عظیم الشان فرق ہوگیا۔ موجودہ دور کے لوگ ہر بات کو معمولی سمجھ کر چھوڑ رہے ہیں گویا وہ خود اسلام کو آہستہ آہستہ رخصت کر رہے ہیں۔ اسلام لوگوں کی زندگیوں سے دور ہوتا جا رہا ہے اور "اس میں کیا حرج ہے" کے مقولہ سے برائیاں آرہی ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

| | |
|---|---|
| يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوَاتِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبِينٌ ○ | اے ایمان والو، اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ اور شیطان کے قدموں کی پیروی نہ کرو، وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ |

(البقرۃ - ۲۰۸)

اللہ تعالےٰ نے تو ایمان والوں کو بڑی سختی کے ساتھ پورے اسلام پر عمل کرنے کی تاکید کی تھی لیکن اسلام کے ماننے والوں نے اسلام کے ایک بہت بڑے حصّہ کو چھوڑ دیا۔

## ۳ ترکِ سنّت

اکثر لوگوں کا یہ عقیدہ ہو گیا تھا کہ ترکِ سنّت گناہ نہیں، سنّت مثل نفل کے ہے مثلاً محمد صادق صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں :-

"واضح ہو کہ سنّت، نفل، مندوب، مستحب، مرغب فیہ، حسن، یہ تمام الفاظ ہم معنیٰ اور مترادف ہیں جو عبادت نافلہ (غیر فرض) پر بولے جاتے ہیں۔" (صلوٰۃ الرسول ص۲۴۶)

یہ عقیدہ اتنا گمراہ کن تھا اور ہے کہ اسلام کے تمام ضابطے اور آداب کالعدم ہو کر رہ گئے۔ سنتیں چھوڑی جا رہی تھیں اور یہ کہہ کر چھوڑی جا رہی تھیں کہ "سنّت ہی تو ہے، فرض تو نہیں"۔ اس طرح علی الاعلان سنّت کا استخفاف ہو رہا تھا۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

| | |
|---|---|
| لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ○ (الاحزاب - ۲۱) | بے شک اللہ کے رسول (کی زندگی) میں تمہارے لئے بہترین نمونہ ہے۔ یہ اس کے لئے جو اللہ کی اور آخرت کے دن کی امید رکھتا ہو اور اس کے لئے بھی جو اللہ کا ذکر بہت کرتا ہو۔ |

اس آیت سے ثابت ہوا کہ :-

۱۔ سنّت رسول بہترین نمونۂ زندگی ہے۔

۲۔ اللہ تعالےٰ اور قیامت پر ایمان رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ سنّت رسول پر عمل کیا جائے۔

۳۔ کثرت سے اللہ تعالےٰ کا ذکر کرنے والوں کے لئے بھی بہترین نمونہ سنّت رسول ہے۔ سنّت رسول کے خلاف ذکرِ الٰہی کرنا مفید نہیں ہو گا۔

آیت کا مطلب صاف ہے کہ سنت رسول پر عمل کرنے کے بعد ہی ایمان کا دعویٰ صحیح ہو سکتا ہے[1]

## ۴ احکام کی حیثیت

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے جگہ جگہ ارشاد فرمایا ہے کہ "اللہ اور رسول کی اطاعت کرو"۔ گویا قرآن مجید کی رو سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی اطاعت فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو حکم دیں اس حکم کی تعمیل فرض ہوگی سوائے اس صورت کے کہ اس کو فرضیت یا وجوب سے ہٹانے کے لئے کوئی قرینہ پایا جائے اور وہ قرینہ قرآن مجید یا حدیث نبوی ہی میں موجود ہو۔ کسی ایسے قرینے سے جو فرضی اور خیالی ہو یا جو کسی شخص یا اشخاص کی رائے سے عالم وجود میں آیا ہو کسی حکم کے وجوب کو ہٹایا نہیں جا سکتا لیکن ہو یہ رہا تھا کہ متعدد احکام کو محض وہم و گمان کی بنیاد پر وجوب سے ہٹا کر مستحب سمجھا جا رہا تھا۔ ان احکام کی اصلی حیثیت باقی نہیں رہی تھی۔ لوگ ویسے ہی عموماً تن آسانی کا شکار رہوتے ہیں جب انہیں یہ فتویٰ مل جائے کہ فلاں حکم استحبابی ہے تو انہیں کیا ضرورت کہ وہ اس حکم پر عمل کریں اس طرح سینکڑوں احکام کو پس پشت ڈالا جا رہا تھا، فرائض کو نفل کا درجہ دیا جا رہا تھا۔ یہ ایک بڑی گمراہی تھی جو معاشرہ میں پائی جاتی تھی۔

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم فرض ہوتا ہے جب تک کوئی قرینۂ صارفہ اس کے وجوب کو ہٹانے والا نہ ہو۔ کیونکہ یہ اصول سب کے نزدیک مسلّم ہے لہٰذا ہمیں اس اصول کو منوانے کے لئے کسی دلیل کے بیان کی ضرورت نہیں۔ ہم تو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کس طرح اپنے مسلّمہ اصول کو توڑ کر لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکام کو فرض کے بجائے مستحب بنا دیا۔ مثلاً:-

### ۱- تحیۃ المسجد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ

جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت پڑھے۔

(صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ باب اذا دخل احدکم المسجد فلیرکع رکعتین جزء اوّل صـ۱۲ و صحیح مسلم کتاب المساجد باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین جزء اوّل صـ۲۸۷)

---

[1] سنت رسول کی اہمیت معلوم کرنے کے لئے جماعت کا پمفلٹ بعنوان "ترک سنت گناہ ہے" ملاحظہ فرمائیں۔

یہ حکم اپنی منشاء میں بالکل واضح ہے یعنی ان دو رکعت کا پڑھنا لازمی ہے لیکن علماء نے ان دو رکعتوں کو مستحب کہا ہے یعنی ان دو رکعتوں کا پڑھنا ضروری نہیں، اگر پڑھ لے تو اچھا ہے۔ ان علماء نے اس سلسلہ میں کوئی قرینۂ صارفہ پیش نہیں کیا اور نہ ہی کسی قرینۂ صارفہ کا وجود ہے۔ بعض علماء نے یہ ضرور کہا کہ اگر ہم نے اس کو فرض مان لیا تو چھ نمازیں فرض ہو جائیں گی حالانکہ نمازیں صرف پانچ فرض ہیں۔ ان کی یہ منطق صحیح نہیں اس لئے کہ پانچ نمازیں تو دن رات کا وظیفہ ہیں اور بغیر کسی سبب کے ہر مرد و عورت پر فرض ہیں لیکن تحیۃ المسجد بغیر سبب کے ہر مرد و عورت پر فرض نہیں۔ یہ تو صرف اسی وقت فرض ہو گی جب کوئی شخص مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے کا ارادہ کرے۔

الغرض اس سلسلہ میں کوئی قرینۂ صارفہ موجود نہیں ہے۔ اس کے برعکس احادیث میں ایسے قرائن ملتے ہیں جو ان دو رکعتوں کی فرضیت کو ثابت کرتے ہیں:۔

**پہلا قرینہ** | حضرت ابو قتادۃ فرماتے ہیں:۔

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ بَيْنَ ظَهْرَانَيِ النَّاسِ قَالَ فَجَلَسْتُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مَنَعَكَ أَنْ تَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ تَجْلِسَ قَالَ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ رَأَيْتُكَ جَالِسًا وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ قَالَ فَإِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلَا يَجْلِسْ حَتّٰى يَرْكَعَ رَكْعَتَيْنِ
(صحیح مسلم کتاب المساجد باب استحباب تحیۃ المسجد برکعتین جزء اول ص ۲۸۸)

میں مسجد میں داخل ہوا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی بیٹھ گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیٹھنے سے پہلے تمہیں دو رکعت پڑھنے سے کس بات نے روکا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول میں نے آپ کو اور لوگوں کو بیٹھا ہوا دیکھا (تو میں بھی بیٹھ گیا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھے نہیں جب تک دو رکعت پڑھ نہ لے۔

اگر یہ دو رکعتیں صرف مستحب ہوتیں تو نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سوال کرتے، نہ تنبیہ فرماتے۔ افسوس ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو بغیر دو رکعت پڑھے، بیٹھنے سے منع فرمائیں اور علماء بیٹھنے کی اجازت دیں اور یہ کہیں کہ بغیر دو رکعت پڑھے بیٹھنے میں کوئی حرج نہیں۔ بتلائیے کس کی مانیں۔

**دوسرا قرینہ** | حضرت ابو ذرؓ فرماتے ہیں:۔

دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَإِذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى

میں مسجد میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہوں کہ رسول

اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ جَالِسٌ وَحْدَهُ فَقَالَ يَا اَبَاذَرٍّ اِنَّ لِلْمَسْجِدِ تَحِيَّةً وَاِنَّ تَحِيَّتَهُ رَكْعَتَانِ فَقُمْ فَارْكَعْهُمَا قَالَ فَقُمْتُ فَرَكَعْتُهُمَا (صحیح ابن حبان. موارد الظمآن کتاب المساجد باب فی تحیۃ المسجد ص۱۰۱) سکت علیہ الحافظ (فتح الباری جزء ۲ ص۸۴)۔

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکیلے بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مسجد کے لئے بھی تحیہ (یعنی سلام یا تحفہ) ہے اور مسجد کا تحیہ دو رکعتیں ہیں لہذا کھڑے ہو جاؤ اور دو رکعتیں پڑھو۔ حضرت ابوذر کہتے ہیں: میں کھڑا ہو گیا اور دو رکعتیں پڑھیں۔

**تیسرا قرینہ** حضرت جابرؓ فرماتے ہیں:۔

جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ اَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ وَفِيْ رِوَايَةٍ فَصَلِّ رَكْعَتَيْنِ (صحیح بخاری کتاب الجمعۃ باب اذا رأی الامام رجلاً جاء وھو یخطب ... الخ جزء ۲ ص۱۵ و صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب التحیۃ والامام یخطب جزء اول ص۳۴۶)۔

ایک شخص آیا۔ جمعہ کا دن تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ دے رہے تھے۔ آپ نے (اس سے) فرمایا اے فلاں کیا تم نے نماز پڑھی۔ اس نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: اٹھو اور دو رکعت پڑھو۔

**چوتھا قرینہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِذَا جَاءَ اَحَدُكُمْ وَالْاِمَامُ يَخْطُبُ اَوْ قَدْ خَرَجَ فَلْيُصَلِّ رَكْعَتَيْنِ (صحیح بخاری باب ما جاء فی التطوع مثنی مثنی جزء ۲۔ ص۷۰ و صحیح مسلم کتاب الجمعۃ باب التحیۃ والامام یخطب جزء اول ص۳۴۶ و ص۳۴۷)۔

جب تم میں سے کوئی شخص اس حالت میں آئے کہ امام خطبہ دے رہا ہو یا نکل آیا ہو تو اس وقت بھی دو رکعت پڑھے۔

قارئین کرام اس بات کو بخوبی جانتے ہیں کہ دوران خطبہ نماز نہیں پڑھنی چاہیے، کسی بات کرنے والے سے یہ کہنا کہ "چپ رہو" اس کی بھی ممانعت ہے اور یہ کہ خطبہ کے وقت بات کرنے والے کا جمعہ نہیں ہوتا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ان دو رکعتوں کی تاکید فرمانا کیا اس بات کا قوی قرینہ نہیں کہ یہ دو رکعت واجب ہیں۔ انہیں خطبہ کی حالت میں بھی نہیں چھوڑا جا سکتا۔

غرض یہ کہ قرائن اس بات کے شاہد ہیں کہ یہ دو رکعت واجب ہیں لیکن کہنے والے یہی کہتے ہیں کہ یہ دو رکعت واجب نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم وجوبی نہیں، استحبابی ہے۔ پڑھے تو اچھا ہے، نہ پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔ افسوس قرائن صارفہ کی عدم موجودگی اور قرائن مُوجبہ کی موجودگی کے باوجود کس لاپرواہی کے ساتھ اس فریضہ کو نفل کے خانہ میں ڈال دیا گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

**۲۔ خواتین کی عیدگاہ میں حاضری** حضرت ام عطیہؓ فرماتی ہیں:-

كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ نَخْرُجَ يَوْمَ الْعِيْدِ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیٰ جزء ۳ ص۲۴) وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُخْرِجَهُنَّ فِي الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى (صحیح مسلم کتاب العیدین باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین جزء اول ص۳۵۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں حکم دیا کرتے تھے کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ میں نکلیں اور (سب) عورتوں کو عیدگاہ لے جائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم بھی اپنے مطلب میں واضح ہے۔ احادیث میں کوئی ایسا قرینہ نہیں ملتا جو اس حکم کے وجوب کو ساقط کرے لہٰذا اصول مسلمہ کے لحاظ سے خواتین پر عیدگاہ کی حاضری فرض قرار دینی چاہیئے تھی لیکن افسوس! ایسا نہیں ہوا۔ یہاں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کو حکم استحبابی سمجھا گیا اور اس طرح اس حکم کی حیثیت کو مسخ کر دیا گیا۔

علماء نے یہاں نہ صرف اپنے مسلمہ اصول کو توڑا بلکہ ان قرائن کو بھی نظر انداز کر دیا جو اس کے وجوب کو ثابت کرتے ہیں مثلاً

**پہلا قرینہ** جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا تو ایک عورت نے پوچھا:-

يَا رَسُوْلَ اللهِ أَعَلٰى اِحْدَانَا بَأْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ؟

اے اللہ کے رسول، کیا ہم میں سے کسی پر گناہ ہوگا اگر اس کے پاس برقع نہ ہو تو وہ عیدگاہ نہ جائے؟

اس سوال سے معلوم ہو رہا ہے کہ اُس عورت نے اس حکم کو فرض سمجھا ورنہ سوال کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا فَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اذا لم یکن لھا جلباب جزء ۲ ص ۲۷ و صحیح مسلم کتاب العیدین باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین جزء اول ص ۳۵۲)

اس کے ساتھ والی کو چاہیے کہ وہ اُسے بھی اپنے برقع میں چھپالے، اس طرح (بے برقع والی عورتیں) بھی خیر اور مؤمنین کی دعاء میں شریک رہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بے برقع والی خواتین کو بھی عید گاہ سے غیر حاضر ہونے کی اجازت نہیں۔

**دوسرا قرینہ** حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں :-

اُمِرْنَا اَنْ نُخْرِجَ الْعَوَاتِقَ وَ ذَوَاتِ الْخُدُوْرِ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب خروج النساء والحیض الی المصلی جزء ۲ ص ۲۶) وَفِيْ رِوَايَةٍ حَتّٰى نُخْرِجَ الْبِكْرَ مِنْ خِدْرِهَا (صحیح بخاری کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیٰ جزء ۲ ص ۲۵)

ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم جوان اور پردہ نشین لڑکیوں کو بھی عید گاہ لے جائیں اور ایک روایت میں یہ لفظ ہیں کہ (ہمیں حکم دیا گیا تھا کہ ہم سب عورتوں کو نکال کر عید گاہ لے جائیں) حتیٰ کہ کنواری لڑکی کو بھی (جو پردہ میں بیٹھی رہتی ہے) اس کے پردہ سے نکال کر عید گاہ لے جائیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ حکم صرف بوڑھی عورتوں کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ جوان عورتوں اور کنواری لڑکیوں کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ کسی کو مستثنیٰ نہیں کیا گیا۔

**تیسرا قرینہ** حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں :-

اُمِرْنَا اَنْ نَخْرُجَ فَنُخْرِجَ الْحُيَّضَ وَالْعَوَاتِقَ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَاَمَّا الْحُيَّضُ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَيَعْتَزِلْنَ مُصَلَّاهُمْ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب اعتزال الحیض المصلی جزء ۲ ص ۲۸)

ہم حکم دئے گئے تھے کہ عید گاہ جائیں اور حائضہ عورتوں، جوان عورتوں اور پردہ نشین لڑکیوں کو بھی عید گاہ لے جائیں۔ حائضہ عورتیں جماعت المسلمین اور ان کی دعاء میں حاضر ہوں لیکن ان کی نماز کی جگہ سے علیحدہ رہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ وہ خواتین جو اذیت ماہانہ کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتیں عیدگاہ میں ضرور حاضر ہوں۔ ان کو بھی بغیر حاضری کی اجازت نہیں دی گئی۔

**چوتھا قرینہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حائضہ عورتوں کو حکم دیا کہ :۔

فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ بِدُعَآئِهِمْ يَرْجُوْنَ بَرَكَةَ ذٰلِكَ الْيَوْمِ وَطُهْرَتَهٗ (صحیح بخاری کتاب العیدین باب التکبیر ایام منیٰ جز ۲/ ص۲۵)

وہ مردوں کی تکبیروں کے ساتھ تکبیریں کہتی رہیں، ان کی دعاؤں کے ساتھ دعائیں مانگیں اور اس دن کی (خیر و) برکت اور پاکیزگی کی امیدوار رہیں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ عید کے دن کی خیر و برکت اور پاکیزگی حاصل کرنے کے لئے عیدگاہ جانا ضروری ہے اور یہ چیزیں وہیں ملیں گی۔ ان چیزوں کی جس طرح مردوں کو ضرورت ہے عورتوں کو بھی ضرورت ہے لہذا ان کا عیدگاہ جانا ضروری ہے۔

مندرجہ بالا پانچ قرائن اس بات کے مقتضی ہیں کہ خواتین پر بھی عیدگاہ کی حاضری فرض ہو لیکن علماء نے بغیر کسی قرینۂ صارفہ کے اس حکم کو بھی فرض کے خانہ سے نکال کر نفل کے خانہ میں ڈال دیا بلکہ بعض علماء نے تو حد ہی کر دی کہ عورتوں کے عیدگاہ جانے کو مکروہ قرار دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

## ۳۔ آخری قعدہ میں تعوذ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :۔

اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمْ مِنَ التَّشَهُّدِ الْاٰخِرِ فَلْيَتَعَوَّذْ بِاللّٰهِ مِنْ اَرْبَعٍ: مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ، وَمِنْ شَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایستعاذ منہ فی الصلاۃ جزء اول ص۲۱۷)

جب تم میں سے کوئی آخری تشہد (یعنی التحیات) سے فارغ ہو تو چار باتوں سے اللہ کی پناہ طلب کرے : عذاب جہنم سے، عذاب قبر سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے شر سے۔

یہ حدیث بھی اپنے مطلب میں بالکل واضح ہے یعنی اس حکم کی رو سے نماز کے آخر میں ان چار چیزوں سے پناہ مانگنا فرض ہے۔ کوئی قرینۂ صارفہ بھی نہیں جو اس کے وجوب کو ساقط کرے لیکن اس حکم کو بھی الا ماشاء اللہ کسی نے فرض قرار نہیں دیا حالانکہ یہاں بھی قرائن موجبہ موجود ہیں :۔

**پہلا قرینہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ان چار چیزوں سے پناہ مانگا کرتے تھے۔
حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:-

قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (وَفِي رِوَايَةٍ كَانَ يَتَعَوَّذُ) اَللّٰهُمَّ اِنِّي اَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ وَفِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَشَرِّ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایستعاذ منہ فی الصلوٰۃ جزء اول ص۲۳۷ و ص۲۳۸)

نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعاء پڑھتے تھے: اے اللہ میں عذاب قبر سے، عذاب جہنم سے، زندگی اور موت کے فتنہ سے اور مسیح دجال کے شر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

**دوسرا قرینہ** رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس دعاء کو اس اہتمام سے سکھلاتے تھے جس اہتمام سے قرآن مجید کی کسی سورت کو سکھلاتے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں:-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُعَلِّمُهُمْ هٰذَا الدُّعَاءَ كَمَا يُعَلِّمُهُمُ السُّوْرَةَ مِنَ الْقُرْاٰنِ يَقُوْلُ قُوْلُوْا اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ (صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب مایستعاذ منہ فی الصلوٰۃ جزء اول ص۲۳۸)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو یہ دعاء اس طرح تعلیم دیتے تھے جس طرح قرآن کی کسی سورت کی۔ آپ فرماتے تھے اس طرح کہو: اے اللہ ہم عذاب جہنم سے تیری پناہ چاہتے ہیں اور (اے اللہ) میں عذاب قبر سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں، مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں اور زندگی اور موت کے فتنہ سے تیری پناہ طلب کرتا ہوں۔

ان قرائن کو نظر انداز کر دیا گیا۔ علماء کے نزدیک اب اس دعاء کا پڑھنا بالکل نفل کی حیثیت رکھتا ہے۔

غرض یہ کہ اس قسم کی بیسیوں مثالیں ہیں جن میں اللہ تعالےٰ اور رسول اللہ صلی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کو فرض کے خانہ میں رکھنے کے بجائے نفل کے خانہ میں رکھ دیا گیا۔

## ○ قول اور فعل میں تضاد

لوگوں کا کہنا یہ عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول اور فعل میں تضاد ہو سکتا ہے۔ آپ جو کچھ فرماتے تھے اس کے خلاف کر لیا کرتے تھے۔ یہ اتنا بے بنیاد، مضحکہ خیز اور ہتک آمیز عقیدہ تھا اور ہے کہ اس سے ایمان اور اسلام تو کجا شرافت کی بنیادیں کھوکھلی ہو جاتی ہیں۔ قصر نبوت گر پڑتا ہے۔ اسلامی ضابطے چیستان بن کر رہ جاتے ہیں۔ کوئی شریف آدمی اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ لوگ اس کے متعلق قول و فعل میں تضاد کا یقین تو کجا گمان بھی کریں۔ اگر کسی سے ایسی بات سرزد بھی ہو جائے تو اسے ظاہر کرتے ہوئے شرماتا ہے لیکن کتنے افسوس کا مقام ہے کہ لوگ ایسی ناپسندیدہ بات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرتے ہوئے نہیں شرماتے۔

الغرض ایسے غلط اصول کے ماتحت بیسیوں احکام کو اس لئے پس پشت ڈالا جاتا ہے کہ فعل رسول اس کے خلاف پایا جاتا ہے لہٰذا یہ احکام لازمی نہیں۔ اگر لازمی ہوتے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے خلاف عمل کیوں کرتے گویا وہ فعل رسول کو حکم رسول کے مقابلے میں پیش کرتے ہیں اور حکم رسول کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔

قارئین کرام سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ عقیدہ کتنا مہلک ہے۔ اب ہم اس عقیدہ کے بطلان کے دلائل بیان کرتے ہیں۔

۱۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ○ (البقرۃ - ۴۴)

کیا تم لوگوں کو تو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب (الٰہی) کو بھی پڑھتے رہتے ہو۔ کیا تم سمجھتے نہیں (کہ یہ کتنی بری بات ہے)۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ○ (الصف - ۲ و ۳)

اے ایمان والو، ایسی بات کیوں کہتے ہو جس کو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت خفگی کی بات ہے کہ وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں۔

آیاتِ بالا سے ثابت ہوا کہ کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ دوسروں کو تو نیکی کا حکم دے اور خود اس پر عمل نہ کرے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کی خفگی کا موجب ہے کہ قول و فعل میں تضاد ہو، کہے کچھ اور کرے کچھ، جب یہ بات کسی مؤمن کے لئے جائز نہیں تو پھر نبی کے لئے جس کی شان بہت ہی ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے کیسے جائز ہو سکتی ہے۔ کیا کوئی نبی ایسا کام کر سکتا ہے جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے۔ اگر کسی مدعیٔ نبوت کے قول و فعل میں تضاد ہو تو اس کی نبوت کی عمارت خود دھڑام سے آگرے گی۔ کسی تردید کی ضرورت نہیں۔ کون ایسے شخص کو نبی مان سکتا ہے جو دوسروں کو کسی کام سے منع کرے، اس کے کرنے پر دھمکائے اور پھر خود وہی کام کرے۔ ایمان والوں کا تو یہ عقیدہ ہونا چاہیئے کہ نبی جو کہتا ہے وہی کرتا ہے۔

حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں :-

وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ؕ (ہود - ۸۸)

میں تو یہ ارادہ بھی نہیں کرتا کہ کسی کام سے تم کو منع کروں پھر وہی کام کروں اور اس طرح میرے اور تمہارے عمل میں اختلاف پایا جائے۔

قرآن مجید میں حضرت شعیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول کا اصلی مقصد یہی ہے کہ یہ بات نبی کی شان کے منافی ہے کہ جو کہے وہ خود نہ کرے۔ اس کی تو یہ شان ہوتی ہے کہ جو کہے اس پر عمل کر کے دکھائے۔ سوچیئے اگر کوئی غیر مسلم ہم سے کہے کہ آپ کے نبی کے قول و فعل میں تضاد تھا لہٰذا وہ اپنی لائی ہوئی کتاب کی روشنی میں نبی نہیں ہو سکتے تو ہم کیا جواب دیں گے۔ اس کا اگر کوئی حل ہے تو یہی کہ پہلے ہم اس عقیدہ کا انکار کریں کہ نبی کے قول اور فعل میں تضاد ہوتا ہے پھر ہم یہ کہیں کہ ہمارے نبی نے جو کہا کر کے دکھایا۔ اگر وہ ایسی کوئی روایت پیش کرے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل آپ کے کسی قول کے خلاف ہو تو ہم صاف کہدیں کہ یہ فعل قول سے پہلے واقع ہوا ہے لہٰذا منسوخ ہے۔ ہم قرآنی اصول کی روشنی میں یہ تسلیم ہی نہیں کرتے کہ یہ فعل بعد میں واقع ہوا ہے۔

الغرض مندرجہ بالا تحریر سے ثابت ہو گیا کہ یہ عقیدہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکم کے خلاف عمل کرتے تھے انتہائی گمراہ کن ہے۔ ایسا نہیں ہو سکتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے حالات میں یکسانیت ہو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے حکم کے خلاف کام کریں۔ ہاں اگر آپ کے اور امت کے حالات میں یکسانیت نہ ہو تو ان مخصوص حالات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ فعل جو آپ کے حکم کے خلاف

ہو آپ کی خصوصیت ہوگا۔

اس کو ایک مثال کے ذریعہ سمجھئے :-

مردار ہر شخص کے لئے حرام ہے لیکن اگر کوئی شخص مضطر ہو جائے تو از روئے قرآن مجید اس مضطر کے لئے بقدر ضرورت مردار کھانا جائز ہے۔ جس کے لئے حرام ہے وہ مضطر نہیں اور جس کے لئے حلال ہے وہ مضطر ہے۔ دونوں کی حالتوں میں فرق ہے اور یہی وہ فرق ہے جو ایک حرام چیز کو حلال کر دینے کا سبب بن جاتا ہے۔ حرام چیز کا کھانا خاص طور پر صرف مضطر کے لئے حلال ہے اور یہ اس کی خصوصیت ہے۔ دوسرا شخص جو اس خصوصیت یعنی اضطراری کیفیت کا حامل نہ ہو حرام چیز نہیں کھا سکتا۔ بالکل اسی طرح اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے حالات میں فرق ہو تو اس فرق کی بنیاد پر حکم شریعت میں بھی فرق ہوگا۔ اس صورت میں وہ فعل جو حکم کے خلاف ہوگا صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت ہوگی اور اس قسم کی مثالیں دو چار سے زیادہ نہیں۔ ان دو چار مثالوں کے علاوہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی کیا جس کا حکم آپ نے امت کو دیا۔ اب ہم چند مثالیں ایسی بیان کرتے ہیں جو آپ کی خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ مثلاً

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَا تُوَاصِلُوْا (صحیح بخاری) — وصال نہ کرو یعنی بغیر افطار کے مسلسل روزے نہ رکھو۔

صحابہ نے عرض کیا :-

اِنَّكَ تُوَاصِلُ — آپ تو وصال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

لَسْتُ كَاَحَدٍ مِّنْكُمْ اِنِّيْ اُطْعَمُ وَاُسْقٰى وَفِيْ رِوَايَةٍ اَيُّكُمْ مِثْلِيْ اِنِّيْ اَبِيْتُ يُطْعِمُنِيْ رَبِّيْ وَيَسْقِيْنِ (صحیح بخاری و صحیح مسلم) — میں تم میں سے کسی ایک کے مثل نہیں ہوں مجھے میرا رب رات کو کھلا پلا دیتا ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اور امت کی حالت میں فرق تھا لہذا حکم میں بھی فرق ہو گیا اور وہ فرق یہ تھا کہ امت کے لوگوں کو اللہ تعالے رات کے وقت کھلاتا پلاتا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھلاتا پلاتا تھا اور یہی وہ

فرق تھا جس کی بنا پر آپ نے اپنے حکم کے خلاف عمل کیا۔

اس ممانعت اور خصوصیت کے باوجود بعض لوگوں نے غلط فہمی سے اس حکم امتناعی پر عمل نہیں کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر سخت خفگی کا اظہار فرمایا۔ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں:-

فَلَمَّا اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا عَنِ الْوِصَالِ وَاصَلَ بِهِمْ يَوْمًا ثُمَّ يَوْمًا ثُمَّ رَاَوُا الْهِلَالَ فَقَالَ لَوْ تَاَخَّرَ لَزِدْتُكُمْ كَالتَّنْكِيْلِ لَهُمْ حِيْنَ اَبَوْا اَنْ يَّنْتَهُوْا (صحیح بخاری کتاب الصیام باب الوصال جزء ۳ صفحہ ۴۲ و باب التنکیل لمن اکثر الوصال جزء ۳ صفحہ ۴۹ و صحیح مسلم کتاب الصیام باب النھی عن الوصال فی الصوم جزء اول صفحہ ۴۳۵)

جب لوگ وصال سے باز نہیں رہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن وصال کیا، پھر ایک دن اور وصال کیا پھر چاند نظر آگیا تو آپ نے فرمایا: اگر چاند دکھائی نہ دیتا تو میں اور وصال کرتا گویا ان کے نہ ماننے پر آپ انہیں سزا دیتے۔

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ ایسے فعل کے معاملہ میں جو قول کے خلاف ہو امت کو قول پر عمل کرنا چاہیئے۔ اگر ایسی صورت میں کوئی شخص فعل پر عمل کرتا ہے تو وہ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خفگی مول لیتا ہے اور اب آپ کے انتقال کے بعد گویا وہ اللہ تعالےٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے۔

یہ بھی حسن اتفاق ہے کہ اس وقت لوگوں نے فعل کی اتباع میں روزے رکھے تو حکم کی اہمیت ظاہر ہوگئی اور ظاہری تضاد کی حقیقت معلوم ہوگئی۔ اگر عہد رسالت میں یہ واقعہ پیش نہ آتا تو آجکل کے لوگ یہی سمجھتے کہ دونوں صورتیں جائز ہیں یعنی حکم امتناعی پر عمل کرلے تو اچھا ہے اور اس کے مخالف فعل پر عمل کرلے تو بھی کوئی حرج نہیں جیسا کہ بہت سے معاملات میں ہو رہا ہے اور اس مثال کے باوجود لوگوں نے اپنے عمل اور عقیدہ کی ابھی تک اصلاح نہیں کی ہے۔

(۲) امت کے لوگوں کو حکم ہے کہ سو جائیں تو وضو کریں لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سو جاتے تھے اور وضو نہیں کرتے تھے۔ اس کی وجہ وہ فرق ہے جو دونوں کی حالتوں میں پایا جاتا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:-

اِنَّ عَيْنَيَّ تَنَامَانِ وَلَا يَنَامُ قَلْبِيْ — میری آنکھیں سوتی ہیں، دل نہیں سوتا۔

(صحیح بخاری باب قیام النبی صلی اللہ علیہ و
سلم باللیل فی رمضان وغیرہ جز ۲ ص ۶۷)

دل کا نہ سونا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی لہٰذا سونے کے بعد وضو نہ کرنا آپ کی خصوصیت ہوئی۔ کسی دوسرے کے لئے آپ کے فعل کی اقتدا میں سونے کے بعد نماز کے لئے دوبارہ وضو نہ کرنا جائز نہیں۔

صحابہ کو حج تمتع کا حکم دینا اور خود حج قران کرنا، امت کو چار سے زیادہ بیویاں رکھنے کی ممانعت کرنا اور خود چار سے زیادہ بیویاں رکھنا بھی حالات کے اختلاف کی بنیاد پر تھا۔

اس تمام بحث کا خلاصہ یہ ہوا کہ :۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول کے خلاف عمل نہیں کرتے تھے۔ اگر آپ کا کوئی فعل آپ کے قول کے خلاف کسی حدیث میں مروی ہو تو وہ قول سے پہلے واقع ہوا ہوگا لہٰذا منسوخ ہوگا، یا

وہ فعل مخصوص حالات کی بناء پر آپ کے لئے مخصوص ہوگا۔ امت کو بہر حال قول پر عمل کرنا ہوگا نہ کہ اس کے مخالف فعل پر۔

الغرض ان حالات میں جماعت المسلمین نے اصل اسلام کو برپا کرنے کا بیڑا اٹھایا اور ان تمام برائیوں کے سدباب کے لئے جدوجہد کا آغاز کیا۔

# جماعت المسلمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# ادارہ کی آئندہ مطبوعات

- اسلام میں توحید کا تصور ● رسالت پر ایمان کی پہچان ● اسلام کا سیاسی نظام
- ترجمہ قرآنِ عزیز (ایک جلد میں) ● جماعت المسلمین اپنی دعوت اور تحریک کے آئینہ میں۔
- تاریخ پرستی، فیشن پرستی، وطن پرستی ● عید الاضحیٰ اور مقصد قربانی۔
- اسلامی قانون میں حالات و زمانہ کی رعایت ● مجلسِ واحد میں تین طلاقیں ایک کیوں نہیں؟
- ہر فرقے کا رسول ایک، سنتیں سب کی الگ الگ ● جمہوریت ۳۶۰ بتوں کا ایک بت۔
- اجماع، اجتہاد اور قیاس کی شرعی حیثیت ● اسلام کا نظریہ ولی، ولایت اور اولیاء
- تقلید کو کس نے واجب کیا؟ ● مودودی صاحب کا نظریہ افہام و تفہیم
- اجتہاد کا دروازہ ● قرآن مجید کے تراجم و تفاسیر میں تحریف ● زلزلوں پر زلزلہ۔
- لغات القرآن (مع ماضی، مضارع اور مصادر) ● عذابِ قبر کہاں ہوتا ہے؟
- عذابِ قبر ● اللہ خدا نہیں ● سورۂ نور ● سورۂ طلاق (خصوصاً عورتوں کے لئے)
- تحریفِ قرآن مجید اور تقیہ ● عقیدۂ حاضر و ناظر ● سوادِ اعظم کا ڈھول۔
- تبلیغی جماعت کو تبلیغ ● فرقوں میں اسلام نہیں ● عقیدۂ ایصالِ ثواب۔
- تحقیق میں نظریہ پرستی ● اسلام پر دبیز پردے ● فتووٰں کا تصادم۔
- غیر شائستہ فتوے ● اسلام کا نظریۂ امامت ● تقدیر کا منکر۔
- اسلام کا نظریہ خلافت و حکومت ● مشکل کشاء (کلمۂ طیّبہ کی تفسیر)۔
- معرکہ حق و باطل (بجواب فیضانِ سنّت) ● چلن ہمارے ہیں سب وحشیانہ۔
- نماز کی اہمیت ● نماز کا صحیح طریقہ ● وقت کی قربانی۔
- آزادی کی قربانی ● آزادی کی آزمائش ● روزِ حساب۔
- ہدایات ● فرقوں میں جماعت کی پہچان ● اسلام میں اجتماعیّت کی اہمیّت۔
- احکامِ حج ● حجۃ الوداع ● واقعۂ کربلا اور افسانہ کربلا ● جنگِ بدر۔
- واقعۂ حرّہ اور افسانۂ حرّہ ● واقعۂ سقیفہ اور افسانۂ سقیفہ ● جنگِ اُحد۔
- جنگِ خندق ● جنگِ خیبر ● جنگِ تبوک ● علماء کو دعوتِ تحقیق۔


شائع کردہ

## ادارہ مطبوعاتِ اسلامیہ

۱۶۲/۲ ۔ حسین آباد ۱؍ ۔ فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸

فون ۶۳۲۴۱۰۴ — ۶۳۲۳۳۶۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

# جماعت المسلمین کی دعوت

| | | | | |
|---|---|---|---|---|
| ہمارا حاکم | صرف ایک | یعنی | اللہ تبارک وتعالیٰ | اللہ کے سوا کوئی نہیں |
| ہمارا امام | صرف ایک | یعنی | محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | فرقہ وارانہ امام نہیں |
| ہمارا دین | صرف ایک | یعنی | اللہ کا پسند کردہ دین اسلام | فرقہ وارانہ مذہب نہیں |
| ہمارا نام | صرف ایک | یعنی | اللہ کا رکھا ہوا نام : مسلم | فرقہ وارانہ نام نہیں |
| بنیادِ محبت | صرف ایک | یعنی | اللہ تعالےٰ سے تعلق | دنیوی تعلقات نہیں |
| وجہِ افتخار | صرف ایک | یعنی | ایمان باللہ العظیم | وطن اور زبان نہیں |

# جماعت المسلمین کی مطبوعات

- تفسیر قرآن عزیز .............. (جلد اوّل تا ششم) (سورہ مؤمنون تک)
- توحید المسلمین ........... (توحید کے موضوع پر ایک جامع کتاب)
- صلوٰۃ المسلمین ..... (نماز کی مکمل کتاب مع اعتراضات وجوابات)
- حج المسلمین .... (قرآن مجید و صحیح احادیث سے ماخوذ)۔ • دعوات المسلمین ...... (مسنون دعائیں)
- منہاج المسلمین .... (اسلام کا ضابطۂ حیات) • برہان المسلمین ..... (فتنہ انکارِ حدیث کا جواب)
- تفہیم الاسلام ........ (ڈاکٹر غلام جیلانی برق کی کتاب دو اسلام کا جواب)
- تلاش حق ...... (معیارِ حق کے بارے میں ایک رہنما تصنیف) • التحقیق فی جواب التقلید (تقلید کا رد)
- ذہن پرستی ............ (ادیان اجداد کا ذہن پر اثر۔ شرک کی ایک قسم)
- صحیح تاریخ الاسلام والمسلمین ......... (ماخذ صرف قرآن مجید، صحیح بخاری و صحیح مسلم) ضعیف احادیث سے پاک سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، خلفائے راشدین، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور تابعین کے حالات، ایک ہزار صفحات سے زائد صحیح ترین تاریخ۔
- تاریخ مطول .......... {حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر خلافتِ عثمانیہ (ترکیہ) تک کے صحیح ترین اور مستند حالات (زیرِ ترتیب)}

پتہ :- مرکزی مسجد المسلمین

کھوکھرا پار، گیلان آباد ۲½ نمبر، نزد ملیر، کراچی۔